O

معاشیاتی نظامِ حاضر کے کھوٹے سکے چلا رہا تھا
سیاسیاتی نظامِ مغرب ستم کو ہی حق بتا رہا تھا

مَیں اِک زمانے سے سوچتا تھا مگر گریزاں تھا بولنے سے
سماجیاتی نظامِ دنیا غلط کو اچھا دِکھا رہا تھا

کچل کے رکھ دی زمانِ نو کی نئی امنگوں نے اِک نسل ہی
معاشرہ سب سماجی قدروں پہ مست ہاتھی بھگا رہا تھا

شریف و صالح، حکیم و دانا، بچائے دستار پھر رہے تھے
یہ شہر پھر سے رذیل لوگوں کو اپنے سر پر بٹھا رہا تھا

شرابِ توصیف و مدحِ دوراں، خمارِ مال و متاعِ دنیا
جسے میسر ہوئے یہ دھوکے، وہ اپنی ہستی گنوا رہا تھا

https://emad-ahmed.com/

مَیں ایک مدّت سے یہ سمجھتا تھا، علمِ دنیا ہے علمِ نافع
مَیں اپنے ہاتھوں سے اپنی نظروں میں اپنی قیمت گرا رہا تھا

جو اپنے ہاتھوں سے تیرے سینے پہ روز اِک زخم دے رہے تھے
جو تیرے حق میں نہیں تھے اُن پر تُو اپنا حق کیوں جتا رہا تھا

یہ میرے بچپن کی خواہشیں تھیں جو میرے بچپن میں مرگئی تھیں
میں اپنے کاندھے پہ بے وجہ ہی یہ زندہ لاشیں اٹھا رہا تھا

وہ جس کو غم ہو اُسی کو ہوتا ہے عِلم غم کی نزاکتوں کا
اب اپنے سینے کے زخم گن تو، رفو گری کیا سکھا رہا تھا

عماد احمد تو رمزِ جبر و قدر سے واقف نہیں تھا جب تک
ترا مقدّر بھی تیری کاوش سے روز کُھل کھیلتا رہا تھا

https://emad-ahmad.com/